JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 15, Issue: 01, October –December 2021

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

جاوید احمد غامدی کے افکار کا تنقیدی جائزہ

A Critical Review Of Thoughts of Javed Ahmad Ghamdi

*Shagufta Begum**
PhD. Scholar, Department of Islamic Studies, SBBWU, Peshawar.

*Dr. Khadija Aziz***
Assistant Professor, Incharge Department Of Islamic Studies, SBBWU, Peshawar.

Abstract

Islam has established ease and comfort in every aspect of life. Therefore, ease and comfort have played a pivotal role in economic and social spheres beside individual and collective lives of people. The divine order of ease and facilitation has influenced every aspect of human life. It will not be wrong to say that relaxation occupies the position of a backbone in Islam. The holy religion of Islam has created flexibility in rigid divine rules and in some cases, it has created excessive flexibility. Islam has established the principle of moderation in all walks of life.

Javed Ahmed Ghamidi is deemed as a great intellectual, researcher and scholar of religion and Urdu particularly in Pakistan. Majority of his views are contradictory and therefore aren't consistent with the contemporary religious ideologies. The traditional religious scholars of Islam criticize him for his views. Javed Ahmed Ghamidi draws his views from the classical Arabic words of holy Quran. He therefore attempts to elucidate the very words on contemporary lines. Based on this proposition, he justifies and explicates some of the verses of holy Quran in a manner which is different from the prevailed contemporary religious thoughts. For instance, the testimony of woman, the clash of man and woman, law of inheritance, repudiation of rajam punishment, declaration of no capital punishment for heretic, etc.

Keywords: *economic and social, influenced, flexibility, religious ideologies, Javed Ahmed Ghamidi.*

CC BY

جاوید احمد غامدی 18 اپریل 1951ء کو پاک پتن (پنجاب) کے قصبہ جیون شاہ کے ایک نواحی بستی داود میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام محمد طفیل جنیدی اور دادا کا نام نور الہیٰ تھا۔ نور الہیٰ اپنے علاقے میں ایک مصلح کے حیثیت سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ گاؤں کے لوگ اپنے معاملات اور جھگڑوں کے فیصلوں کے لئے آپ کے پاس آتے تھے اور جو فیصلہ آپ کرتے اس کو لوگ بے چوں وچراماں لیتے تھے اور مسئلہ ختم ہو جاتا۔ والد محمد طفیل جنیدی تصوف، سلوک، ارشاد ور بعیت میں یقین رکھتے تھے۔ والد محمد طفیل اپنے علاقے کے بزرگ شیخ "دیوان دوست محمد مست عمر" کے مرید تھے۔ اس نے جاوید احمد غامدی کو اپنے نظریات پر چلنے کی تلقین بھی کی کہ وہ ان کے شیخ سے بعیت کرلیں۔ لیکن جاوید غامدی نے ایسا کرنے سے انکار کیا اس وجہ سے اگرچہ دونوں ساری زندگی ساتھ رہے لیکن دونوں کے دینی نظریات میں پوری زندگی اختلاف ہی رہا۔

والد کی خواہش تھی کہ اولاد نرینہ ہوئی تو اس کو عربی، فارسی اور سنسکرت کی تعلیم دوں گا۔ اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے گاؤں کی ایک چھوٹی سی مسجد جس کے امام اور خطیب مولوی نور احمد جن کا تعلق دیوبند مسلک سے تھا ان سے والد صاحب کی بات ہوئی عربی اور فارسی پڑھانے کی۔ سکول سے آنے کے بعد تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد عصر سے مغرب تک مسجد میں مولوی صاحب سے فارسی اور عربی سیکھتے تھے۔ تیسری جماعت سے پانچویں جماعت تک مولوی صاحب نے "شرح جامی "تک عربی اور "پند نامہ" شیخ عطار تک فارسی پڑھی۔ نویں جماعت تک فنون لطیفہ کی تمام کتابیں پڑھنے کے بعد دسویں جماعت میں عربی سے تعلق ختم ہو کر فلسفہ، تصوف، ادب اور تاریخ کی کتابیں پڑھنے سے دلچسپی لینا شروع کیا، 1966ء میں دسویں پاس کرلی۔ 1967ء میں گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ انگریزی ادب اور فلسفہ اختیاری مضامین لئے۔ بی۔اے کے ساتھ آنرز کے لئے بھی انگریزی ادب ہی کا انتخاب کیا لیکن 1972ء بی۔اے پارٹ ون کے بعد تعلیم کا سلسلہ بند ہو گیا۔[1]

غامدی نظریات کا تنقیدی پس منظر:

مولانا مفتی ابو لبابہ شاہ منصور کہتے ہیں کہ "استاد اپنے شاگردوں سے پہچانا جاتا ہے اور شاگرد اپنے استادوں سے پہچانا جاتا ہے" انہوں نے جاوید احمد غامدی کے استاد امین احسن اصلاحی اور اس کے استاد حمید الدین فراہی کی سوانح لکھ کر جاوید احمد غامدی کے نظریات کا پس منظر پیش کیا ہے کہ یہ عقائد و نظریات کہاں سے اٹھ کر ہمارے معاشرے میں پھیل رہے ہیں۔

حمید الدین فراہی:

"ہندوستان پر 1900ء میں برطانوی سامراج کی دوسری صدی چل رہی تھی۔ لارڈ کرزن جو ہندوستان وائسرائے تھا بہت شاطر دماغ اور ذہین تھا علمائے حق کی قربانیوں کی وجہ سے انگریزوں کو محسوس ہونے لگا کہ برصغیر کی زمین پاؤں سے نکلتی جارہی ہے انگریز سرکار نے لارڈ کرزن کو یہ ذمہ داری دی کہ خلیج عرب کے ساحلی علاقوں میں جاکر اپنے مقصد کے لوگوں کی فہرست تیار کرلے۔ ان علاقوں سے مراد کویت، بحرین، متحدہ عرب امارات، قطر اور عمان تھا۔ برطانوی وزیر اعظم اور امریکی صدر نے عرب کی ریاستوں کو اپنے عرب سردار دوستوں میں تقسیم کر لیا تھا مگر اس مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے وہاں جاکر کام کرنا تھا۔ اس وجہ سے لارڈ

کرزن اس مقصد کے اصول کے لیے خلیج عرب کے خفیہ دورے پر نکل گیا ان کو ایک عربی ترجمان کی ضرورت تھی اور ان دونوں عربی دار لعلوم دیوبند اور علی گڑھ کے شعبہ عربی میں تھی لارڈ کرزن نے علی گڑھ ادارہ کا انتخاب کیا۔اس دورے میں وائسرائے کے مقاصد ان کے دورے کو خفیہ رکھنا تھا اور ایک ایسے نوجوان کی ضرورت تھی جو عقل کا کوا اور ضمیر کا مارا ہوا ہو۔ سرپرستان علی گڑھ نے ان کو ایک نوجوان فاضل دے دیا اور سرکار سے وفاداری کی یقین دہانی کرائی۔ یہ عربی دان جو عجمی تھا اور مسلمان ہو کر بھی وائسرائے کے اس مشن میں ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ وہ نوجوان حمید الدین فراہی تھے۔ جو شبلی نعمانی کے کزن تھے۔ کیونکہ آپ علی گڑھ یونیورسٹی سے فارغ تھے اور MAO کالج میں عربی پڑھا رہے تھے اپ کی سفارش ایک یہودی النسل جرمن پروفیسر "جوزف ہورز" نے کی تھی آپ نے ان سے عربی اور عبرانی سیکھی تھی۔اس کی خاص نظر تھی آپ پر۔ آپ کی صلاحیت اور اچھی کارکردگی کی بدولت لارڈ کرزن بہت خوش تھے اور اس کی وجہ سے آپ کو حیدرآباد میں سب سے بڑے سرکاری مدرسہ میں اعلیٰ عہدے پر رکھ لیا۔ اور وہاں سے ہی آپ نے اپنے آپ کو قرآن مجید کی خدمت کے لیے وقف کیا ایک خاص انداز سے۔ آپ نے باقی مفسرین سے ہٹ کر ایک نئی راہ اختیار کی اور قرآن کی محض لغت کی مدد سے سمجھنے کا منصوبہ شروع کیا۔ یہ مفسرین اپنی ضرورت کے پیش نظر قرآن مجید کی آیات کو وہ معنی دینا چاہتے تھے جو ان کے مقصد کو پورا کریں۔ بے شک قرآن کی دوسری آیات، احادیث اور مفسرین صحابہ وتابعین کے اقوال کے خلاف ہو۔ یہ لوگ انکار حدیث ہیں اور اس عیب کو چھپانے کے لیے یہ قرآن سے شغف کا اظہار بڑھ چڑھ کر بیان کرتے ہیں فراہی نے جب تفسیر "نظام القرآن" لکھی تو اس کو بہت مقبولیت ملی۔ فراہی کی بعض غیر مطبوعہ تحریریں تھی جن کو دار المصنفین نے طباعت سے انکار کیا تھا کہ اس سے بہت بڑا فتنہ پھیلنے کا خطرہ ہے۔ 1930ء میں بہت سارے شکوک و شبہات، چند کتابیں اور چند شاگرد اپنے پیچھے چوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔"[2]

امین احسن اصلاحی:

فراہی نے "سرائے نورنگ" اعظم گڑھ میں ایک مدرسہ "مدرستہ الاصلاحی" قائم کیا تھا۔ 1922ء میں ایک نوجوان (امین احسن اصلاحی) جو اساتذہ کا بہت چہیتا اور منظور نظر تھا۔ فراہی کی دعوت پر ان کے ساتھ قرآن کریم کا مطالعہ کرنے لگا اور اگے چل کر فراہی کا خاص الخاص اور ممتاز شاگرد بنا جو فراہی افکار و نظریات کے اشاعت کا ایک بہت بڑا ذریعہ بنا۔ اور فراہی کی یاد میں "دائرہ حمیدیہ" اور رسالہ "اصلاحی" جاری کیا۔ منکرین اجماع امت اور منکرین حدیث تھے مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ لیکن مودودی صاحب سے اختلاف کی وجہ سے 1958ء کو جماعت سے علیحدہ ہو کر وہی کام شروع کیا جو امین احسن کے استاد فراہی نے آخری عمر میں کیا تھا۔ آپ نے حلقہ تدبر قرآن قائم کر کے کالج کے طلبہ کو قرآن و عربی پڑھانا شروع کیا اور ساتھ ہی "تدبر قرآن" پر کام شروع کیا۔ امین احسن اصلاحی ہفتہ وار درس دیتے تھے مگر تجدد پسندی، لغت پرستی اور انکار حدیث نے انہیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ اور 1999ء میں رخصت ہو کر اپنے پیچھے جاوید احمد غامدی اور خالد مسعود جیسے شاگرد چھوڑ دیئے۔[3]

جاوید احمد غامدی:

قیام پاکستان کے ابتدائی دور میں پاکپتن کے گاؤں میں ایک پیر پرست اور مزار گرویدہ قسم کا شخص جو مزاروں والا خصوصی لباس، گلے میں مالائیں ڈالنا، ہاتھ میں کئی انگوٹھیاں پہننا اور لمبی لمبی زلفیں بغیر دھوئے تیل لگائے رکھنا ان کی پہچان تھی 18 اپریل 1951ء میں ان کے ہاں ایک لڑکے کی پیدائش ہوئی نام اس کا محمد شفیق تھا لیکن والد کے مزاج مخصوص کی وجہ سے عرف "کاکوشاہ" پڑ گیا۔ خاندان کی وجہ سے پورا نام "کاکوشاہ سکے زئی" پڑ گیا۔ کاکوشاہ سکے زئی جب لاہور آیا تو اس نام کے ساتھ لاہوریوں کا سامنا نہ کر سکا اور اپنا نام جاوید احمد رکھ دیا۔ جناب رفیق چوہدری جو جاوید احمد کے قریبی دوست تھے اس واقعے کے عینی گواہ ہے۔ بی اے انرز کے بعد 1972ء کو کاکوشاہ نے معاشرہ میں اعلیٰ مقام بنانے کے لیے تگ ودو شروع کی اور اپنی طلاقت لسانی کے بل بوتے پر پنجاب کے ایڈمنسٹریٹر اوقاف جناب مختار گوندل کو متاثر کر کے 29/جے ماڈل ٹاون لاہور میں "دارلفکر" کے نام سے اوقاف کے خرچے پر ایک تربیتی اور تحقیقی ادارہ کھولا اور مودودی مرحوم کے سایہ عاطفت کے بدولت جماعت اسلامی میں پزیرائی ملی۔ مودودی نے جاوید احمد کو "دارالعروبہ" کی خالی کوٹھی مفت دی تھی جہاں جاوید احمد کو جماعت اسلامی کے متاثرین میں پھیلنے پھولنے کا خوب موقع ملا ان کو ایک ہزار ماہوار تعاون کا وعدہ بھی کیا گیا تھا اس وقت جاوید احمد ابھی گرامر کے طالب علم تھے۔ اور ہر وقت معتزلہ کے امام "زمخشری" کی علم وتجوید کتاب "المفصل" ان کی بغل میں ہوتی تھی اور تفسیر "الکشاف" سے استفادہ کرنے کا انہیں خصوصی شوق دامن گیر رہتا۔ جو ان کے بس کی چیز نہ تھی۔ اور آج تک نہیں ہے آخر کار جب جاوید احمد کو جماعت اسلامی سے 1957ء میں الگ ہونے والے امین احسن اصلاحی سے روابط کا شوق مولانا کے قریب اور جماعت اسلامی سے مزید دور لے جانے کا باعث بنا تو آہستہ آہستہ وہ جاوید احمد سے جاوید احمد غامدی ہوگئے۔ 2001ء سے قبل جاوید احمد کی تحریک پروان چڑھ رہی تھی لیکن اسے کسی لارڈ کرزن کی سرپرستی دستیاب نہ تھی۔ یہ کمی 2001ء میں پوری ہوگئی اور ان کے سر پر عصر حاضر کے لارڈ کرزن کا دست شفقت کچھ ایسا جم کر ٹکا کہ وہ شخص جو عربی کی دوسطریں سیدھی نہیں لکھ سکتا جو انگریزی کی چار نظموں اور چار مصرعوں کی پونجی میں آدھے سے زیادہ مصرعے چوری کر کے ٹانکتا ہے۔ جس کی اکثر اردو تحریریں فرقہ بازی کا نتیجہ ہیں وہ آج کل ملک کا مشہور ومعروف اسکالر ہے اور اس کا فرمایا ہوا مستند سمجھا جاتا ہے۔ "سکے زئی سے غامدی تک" کے سفر کی روداد عبرت ناک بھی اور المناک بھی ہے۔ سچ ہے استاد اپنے شاگردوں سے پہچانا جاتا ہے اور شاگرد اپنے استاد کی پہچان کا ذریعہ ہوگئے۔ "فراہی سنے اصلاحی اور اصلاحی سے غامدی تک" استاذی شاگردی کا سلسلہ اس مقولے کی صداقت کے لیے کافی سے زیادہ شافی اور درکار ضرورت سے زیادہ پکی اور سچی گواہی ہے۔[4]

پروفیسر مولانا محمد رفیق نے اپنی کتاب میں غامدی مکتبہ فکر کے چند نظریات وعقائد کا ذکر کیا ہے جو درجہ ذیل ہیں۔

1۔ مردوں کی امامت عورت کر سکتی ہے۔ (ماہنامہ اشراق، مئی 2005ء، ص35-46)

2۔ عورت کی نکاح پڑھانے کے بارے میں کہتے ہیں کہ عورت نکاح خواں بن سکتی ہے۔ www.ghamidi.org

3۔ باجماعت یا انفرادی نماز مرد وعورتیں برابر کھڑی ہو کر ادا کر سکتے ہیں اور اس سے دونوں کی نماز میں کوئی نقص نہیں اتا۔ (www.urdu.understanding.islam.org)

4۔ عورت بغیر چادر اوڑھنی یا بغیر دوپٹہ یا اوڑھنی سر پر لیے اجنبی مردوں کے سامنے جاسکتی ہے۔ (مقامات، جاوید احمد غامدی، ص165)

5۔ موسیقی اور گانا بجانا جائز ہے۔ (اسلام اور موسیقی، ماہنامہ اشراق، شمارہ مارچ 2004ء، ص19-3)

6۔ جاندار چیزوں کے تصاویر بنانے میں کوئی قباحت نہیں ہے تصاویر بنانا جائز ہے۔ (تصویر کا مسلہ، محمد رفیق مفتی، ص،30

7۔ داڑھی رکھنا مردوں کے لیے دین کی رو سے ضروری نہیں ہے۔ (مقامات جاوید احمد غامدی، ص154)

8۔ ہندو مذہب والے مشرک نہیں ہیں۔ کیا ہندو مشرک ہیں؟ (**www.urdu.understanding.islam-org**)

9۔ ہم جنس پرستی اس لیے جائز ہے کہ یہ ایک فطری چیز ہے۔ (رینی ساں اگست 2005ء)

10۔ سود کے پیسے لیکر گھر بنانا جائز ہے اگر بغیر سود کے قرضہ نہ ملتا ہو۔ (ماہنامہ اشراف، جنوری 1996ء، ص60)

11۔ امام مہدی قیامت کے قریب نہیں آئے گے۔ (اشراق، جولائی اگست 2003ء، مئی جون 2004ء)

12۔ مسجد اقصی مسلمانوں کا حق نہیں بلکہ یہودیوں کا حق ہے۔ (برھان، ص188، ط جون 2006ء)

13۔ مسلمانوں کے جتنے بھی صوفیاء ہیں وہ غیر مسلم ہیں۔ (برھان، س147، ط جون 2006ء)

14۔ دین شریعت کا نافذ کرنے اور اقامت دین کو قائم کرنے کا کوئی شرعی حکم موجود نہیں ہے۔(برھان،ط جون **2006)**[5]

حافظ صلاح الدین ایوبی غامدی عقائد و نظریات میں درج ذیل نظریات بیان کرتے ہیں کہ

1۔ قرآن سے اضافی کوئی شرعی حکم ماننا ضروری نہیں

2۔ فلاں مسئلہ چونکہ قرآن مجید میں بہ صراحت مذکور نہیں ہے اس لیے اس کو ایمانیات میں شامل کرنا صحیح نہیں ہے۔

3۔ حدیث نبوی کی بناء پر کوئی عقیدہ و عمل ثابت نہیں ہوتا۔

4۔ پیغمبر اگر قرآن کی تشریح میں اس سے زائد حکم بتاتا ہے تو وہ واجب التسلیم نہیں ہے۔

5۔ پیغمبر بھی قرآن کے کسی حکم پر اضافہ نہیں کر سکتا اور پیغمبر کی تفسیر و تشریح شرعی حجت نہیں ہے۔

6۔ عقل کے خلاف کوئی حدیث نظر آئے تو وہ نا قابل قبول ہے۔

7۔ اگر کوئی حدیث قرآن کے خلاف ہے تو وہ بھی نا قابل قبول ہے۔

8۔ قرآن مجید کی صرف ایک ہی قرات درست ہے باقی سب قراتیں عجم کا فتنہ ہے۔

9۔ سنت صرف افعال کا نام ہے اور اس کی ابتدا حضرت محمد ﷺ سے نہیں ہوئی۔ بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوتی ہے۔ یہ سنت قرآن سے بھی مقدم ہے۔

10۔ سنت صرف ستائس (27) اعمال کا نام ہے ثبوت کے اعتبار سے سنت اور قرآن میں کوئی فرق نہیں ان دونوں کا ثبوت اجماع اور عملی تواتر سے ہوتا ہے۔

11۔ حدیث سے کوئی اسلامی عقیدہ یا عمل ثابت نہیں ہوتا۔

12۔ دین کے مصادر و مآخذ قرآن کے علاوہ دین فطرت کے حقائق، سنت ابراہیمی اور قدیم صحائف ہیں۔

13۔ نبی کریم ﷺ کی رحلت کے بعد کسی شخص کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔

14۔ زکوۃ کا نصاب منصوص اور مقرر نہیں ہے۔

15۔ اسلام میں موت کی سزا صرف دو جرائم (قتل نفس اور فساد فی الارض) پر دی جاسکتی ہے۔

16۔ دیت کا قانون وقتی اور عارضی تھا۔

17۔ قتل خطا میں دیت کی مقدار منصوص نہیں ہے اور یہ ہر زمانے میں تبدیل کی جاسکتی ہے۔

18۔ عورت اور مرد کی دیت برابر ہوگی۔

19۔ عورت کی گواہی بھی مرد کی گواہی کے برابر ہے۔

20۔ کسی مرتد کے لیے قتل کی سزا نہیں ہے۔

21۔ شادی شدہ اور کنوارے زانی دونوں کے لیے ایک ہی حد سو کوڑے ہے۔

22۔ اسلام میں رجم نہیں ہے بلکہ یہ قرآن کے خلاف ہے۔

23۔ حد زنا کے اثبات کے لیے چار عینی گواہ ضروری نہیں قرائن سے بھی حد کا اثبات جائز ہے۔

24۔ غیر مسلم کی گواہی بھی جائز ہے۔ گواہوں کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے۔

25۔ شراب نوشی پر کوئی شرعی سزا مقرر نہیں ہے۔

26۔ غیر مسلم بھی مسلمانوں کے وارث ہو سکتے ہیں۔

27۔ سور کی کھال اور چربی وغیرہ کی تجارت اور ان کا استعمال شریعت میں ممنوع نہیں ہے۔

28۔ حضرت عیسی علیہ السلام وفات پا چکے ہیں لہذا ان کے دوبارہ نازل ہونے کا عقیدہ غلط ہے۔

29۔ معراج ایک خواب تھا۔

30۔ امام مہدی اور دجال کا خروج بے بنیاد ہے۔

31۔ یاجوج ماجوج اور دجال سے مراد مغربی اقوام ہیں۔

32۔ جانداروں کی تصویر بنانا بالکل جائز ہے۔

33۔ اسلام میں جہاد اور قتال کا کوئی شرعی حکم نہیں۔

34۔ کفار کے خلاف جہاد کرنے کا حکم اب باقی نہیں رہا اور مفتوح کافروں سے جذیہ لینا جائز نہیں۔

35۔ مطلقہ ثلاثہ کا کسی بھی مرد سے صرف نکاح کر لینا اور اس سے ہم بستری کے بغیر طلاق لے کر دوبارہ زوج اول سے نکاح جائز ہے۔

36۔ سیدنا ماعز بن مالک ایک غنڈہ اور اوباش تھے۔

37۔ غامدیہ (صحابیہ) پیشہ ورزانیہ تھیں۔(6)

کتاب وسنت:

حافظ محمد زبیر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے انبیاء اور رسول بھیجے۔ اور ان انبیاء اور رسولوں کو وحی لفظاً (وحی متلو) اور وحی معنا (وحی غیر متلو) کے طریقے پر رہنمائی بھیجتے وحی متلو سے مراد قرآن اور وحی غیر متلو سے مراد سنت ہے۔7 جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ الشوری ایت میں ارشاد فرمایا۔

"وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِىَ بِاِذْنِه مَا يَشَآءُ-اِنَّه عَلِىٌّ حَكِيْمٌ"(8)

"اور کسی بشر کے لیے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ اللہ سے کلام کرے سوائے کسی اشارے (الہام، خواب اور القاء) کے یا پردے کے پیچھے سے یا اللہ تعالیٰ کوئی فرشتہ بھیجے جو اللہ کے حکم سے اس بندے پر جو وہ چاہتا ہے وحی کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بلند حکمت والا ہے۔"

جاوید احمد غامدی قرآن وسنت میں فرق کے ساتھ ساتھ حدیث وسنت میں بھی فرق کرتے ہیں۔ سنت کی تعریف کچھ یوں کرتے ہیں۔ اپنی کتاب میزان صفحہ 14 پر کہ: "سنت سے ہماری مراد دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی ﷺ نے اس کی تجدید واصلاح کے بعد اور اس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں اس کا حکم آپ ﷺ کے لیے اس طرح بیان ہوا ہے 9

"ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا-وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ"(10)

"پھر ہم نے تمھیں وحی کی کہ ملت ابراہیم کی پیروی کرو۔ جو بالکل یک سو تھا اور مشرکوں میں سے نہیں تھا"

اس ذریعے سے جو دین ہمیں ملا ہے وہ یہ ہے (1) اللہ کا نام لیکر اور دائیں ہاتھ سے کھانا پینا (2) ملاقات کے وقت سلام اور اس کا جواب۔ (3) چھینک آنے پر الحمد اللہ اور اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا (4) نومولود کے دائیں کان میں آذان اور بائیں میں اقامت (5) مونچھیں پست رکھنا (6) زیر ناف کے بال مونڈوانا (7) بغل کے بال صاف کرنا (8) لڑکوں کا ختنہ کرنا (9). بڑھے ہوئے ناخن کاٹنا (10) ناک منہ اور دانتوں کی صفائی (11) استنجا (12) حیض ونفاس میں زن وشو کے تعلق سے اجتناب (13) حیض ونفاس کے بعد غسل (14) غسل جنابت (15) میت کا غسل (16) تجہیز وتکفین (17) تدفین (18) عیدالفطر (19) عیدالاضحیٰ (20) اللہ کا نام لے کر جانور کا تذکیہ (21) نکاح وطلاق اور ان کے متعلقات (22) زکوۃ اور اس کے متعلقات (23) نماز اور اس کے متعلقات (24) روزہ اور صدقہ فطر (25) اعتکاف (26) قربانی (27) حج وعمرہ اور ان کے متعلقات۔

سنت یہی ہے اور اس کے بارے میں یہ بالکل قطعی ہے کہ ثبوت کے اعتبار سے اس میں اور قرآن مجید میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ جس طرح صحابہ کے اجماع اور قوی تواتر سے ملا ہے یہ اسی طرح ان کے اجماع اور عملی تواتر سے ملی ہے۔ اور قرآن ہی کی طرح ہر دور میں اور

امت کے اجماع سے ثابت قرار پائی ہے۔ لہٰذا اس کے بارے میں یہ بالکل قطعی ہے کہ ثبوت کے اعتبار سے اس میں اور قرآن مجید میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ جس طرح صحابہ کے اجماع اور قوی تواتر سے ملا ہے یہ اسی طرح ان کے اجماع اور عملی تواتر سے ملی ہے۔ اور قرآن ہی کی طرح ہر دور میں امت کے اجماع سے ثابت قرار پائی ہے۔ لہٰذا اس کے بارے میں اب کسی بحث و نزاع کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ دین لاریب انہی دو صورتوں میں ہے (یعنی قرآن اور سنت) ان کے علاوہ کوئی چیز نہ دین ہے اور نہ اسے دین قرار دیا جا سکتا ہے"

یہ تصور سنت غامدی کا ہمارے نزدیک بالکل غلط ہے۔ کیونکہ جمیع اہل سنت کے مطابق حضور ﷺ کے اعمال، اقوال اور تقریرات سنت ہیں۔ جبکہ غامدی کے نظریہ کے مطابق رسول کریم ﷺ کے جمیع اقوال اور تقریرات سنت نہیں ہیں۔ ان کے مطابق جس کا تعلق عمل سے ہو وہ سنت ہے۔ اور ان کا تعلق تمام تر عملی زندگی سے ہے غامدی کے مطابق سنت وہ اعمال ہیں جو عملی تواتر سے اُمت میں آرہے ہو اور امت میں ان اعمال کے بارے میں کوئی بھی اختلاف نہ ہو۔ غامدی صاحب سے گزارش ہے کہ یہ جو سنت کہہ رہے ہیں صحابہ اور امت کی اجماع سے اس کو ثابت کردیں۔ غامدی اپنے اس دعویٰ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام تک تواتر عملی سے ثابت تو کریں۔ کیونکہ غامدی ہی کہتے ہیں کہ سنت خبر سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ سنت تواتر عملی سے ثابت ہوتی ہے۔ تاریخ کو دیکھے تو تاریخ یہی کہتی ہے کہ غامدی کو سنت کی تعریف میں سنت ابراہیم علیہ السلام کی بجائے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف کرنی چاہئے مثال کے طور پر قربانی اور تدفین کو لے لیں تو قرآن میں اس کا حکم کچھ یوں ہوا ہے کہ جب قرآن حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ بیان کرتا ہے کہ (11)

"اِذ قَرَّبَا قُربَانًا فَتُقُبِّلَ مِن اَحَدِھِمَا وَلَم یُتَقَبَّل مِنَ الاٰخَرِ"(12)

"جب ان دونوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کی گئی اور دوسرے کی قربانی قبول نہیں کی گئی۔"

تدفین کے حوالے سے قرآن مجید میں ذکر آتا ہے کہ جب پہلے انسان کا قتل ہوا تو اس سے ہی تدفین کی ابتداء ہوئی۔ 13

"فَبَعَثَ اللّٰہُ غُرَابًا یَّبحَثُ فِی الاَرضِ لِیُرِیَه کَیفَ یُوَارِی سَوءَۃَ اَخِیهِ قَالَ یَاوَیلَتیٰ اَعَجَزتُ اَن اَکُونَ مِثلَ ھٰذَا الغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوءَۃَ اَخِی۔فَاَصبَحَ مِنَ النّٰدِمِینَ"(14)

"پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تاکہ اسے بتائے کہ کیسے وہ اپنے بھائی کی لاش کو چھپائے اس نے کہا افسوس مجھ پر کہ میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش کو چھپاتا تو وہ ہو گیا ندامت کرنے والوں میں سے۔"

ان آیات سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ تدفین اور قربانی سنت آدم ہیں سنت ابراہیمی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر ہم سنت ابراہیمی نماز، روزہ، زکوۃ، حج، حیض و نفاس میں زن و شو کے تعلق سے اجتناب، حیض و نفاس کے بعد غسل، غسل جنابت اور اللہ کا نام لیکر جانوروں کا تذکیہ کرنے کو مانے تو کیا ابراہیم علیہ السلام سے پہلے پہلے انبیاء میں اس کا تصور نہیں تھا۔ قرآن تو پچھلے انبیاء کی شریعتوں کے بارے میں یہی کہتا ہے کہ 15

"قُل اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنزِلَ عَلَينَا وَمَآ اُنزِلَ عَلٰى اِبرٰهِيمَ وَ اِسمٰعِيلَ وَاِسحٰقَ وَيَعقُوبَ وَالاَسبَاطِ وَمَآ اُوتِىَ مُوسٰى وَ عِيسٰى وَالنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِم"(16)

"آپ کہہ دیں کہ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور جو شریعیت ہم پر نازل کی گئی اس کو بھی مانتے ہیں اور جو حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسمٰعیل، حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب، اولاد یعقوب پر نازل کی گئی اس کو بھی مانتے ہیں اور جو شریعیت حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو دی گئی اس کو بھی مانتے ہیں اور جو ان کے علاوہ دوسرے انبیاء کو دی گئی اس کی بھی مانتے ہیں۔"

غامدی کو چاہئے کہ جس نبی سے پہلی مرتبہ جس سنت کی ابتداء ہوئی ان سنن کو اس کی طرف منسوب کریں تو پھر دیکھے کہ جتنے سنن انھوں نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ منسوب کی ہے کتنی ایسی سنن ہیں جو ان کی تعریف پر صحیح اترتے ہیں۔(17)

پرویز مشرف کے دور حکومت میں جاوید احمد غامدی کو بڑی پزیرائی ملی اور اسلامی نظریاتی کونسل تک پہنچ گئے۔اسلامی نظریاتی کونسل کی رکنیت ایک منافع بخش نوکری ہے، مگر ایسی بھی نہیں کہ اس کے لئے علامہ جاوید احمد غامدی قرآن حکیم اور اسلام کی تعلیم کو فرقہ واریت ،مذہبی انتہا پسندی اور ملائیت سے تعبیر کرنے لگیں۔علامہ جاوید احمد غامدی کو اپنی لسانی اور علمی صلاحیتوں کو محض سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے ہر روز ٹی وی مباحثوں میں نئی نئی اختراعات کرنے اور حاکموں کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس دین اور علم کی جڑیں نہیں کاٹنی چاہئے جس کی وجہ سے ان کو یہ شہرت حاصل ہے۔ان کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ علماحق کبھی حکومتوں کی حمائت میں اس قدر سر گرم اور پر جوش نہیں ہوا کرتے۔خواتین کی جھرمٹ میں بیٹھ کر ٹی وی چینلز کی چکا چوند روشنیوں میں اسلام کی یہ بخیہ گری کم از کم علامہ جاوید احمد غامدی کو زیب نہیں دیتی۔جب پرویز مشرف کی حکومت ختم ہوگئی جاوید احمد غامدی نے ملائیشیا کا رخ کیا اور وہاں سکونت اختیار کی۔[18]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مستند احادیث کی بنا پر علماے امت کا مرتد کی سزا قتل ہونے پر اجماع ہے، کتبِ احادیث اور معتبر کتبِ تاریخ سے ثابت ہے کہ چاروں خلفاے راشدین نے اپنے اپنے دورِ خلافت میں مرتدین کو ہمیشہ قتل کی سزا دی، ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مرتدوں کیخلاف جہاد مشہور ہے۔

غامدی صاحب کا موقف ان سب سے بالکل الٹ ہے۔ایک جگہ لکھتے ہیں :

"ارتداد کی سزا کا یہ مسئلہ محض ایک حدیث کا مدعانہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ابن عباس کی روایت ہے۔یہ حدیث بخاری میں اس طرح نقل ہوئی ہے من بدل دینہ فاقتلوہ۔جو مسلمان اپنا دین بدل لے تو اسے قتل کردو" ہمارے فقہا اسے بالعموم ایک حکم قرار دیتے ہیں جس کا اطلاق ان کے نزدیک ان سب لوگوں پر ہوتا ہے جو زمانہ رسالت سے لے کر قیامت تک اس زمین پر کہیں بھی اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کریں گے۔ان کی رائے کے مطابق ہر وہ مسلمان جو اپنی آزادانہ مرضی سے کفر اختیار کرے گا، اسے اس حدیث کی رو سے لازماً قتل کر دیا جائے گا۔اس معاملے میں ان کے درمیان اگر کوئی اختلاف ہے تو بس یہ کہ قتل سے پہلے اسے توبہ کی مہلت دی جائے گی یا نہیں اور اگر دی جائے گی تو اس

کی مدت کیا ہونی چاہئے لیکن فقہا کی یہ رائے کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ رسول اللہ کا یہ حکم تو بے شک ثابت ہے مگر ہمارے نزدیک یہ کوئی حکم عام نہ تھا بلکہ صرف انہی لوگوں کے ساتھ خاص تھا جن میں آپ کی بعثت ہوئی " مزید لکھتے ہیں کہ "ہمارے فقہا کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے قرآن وسنت کے باہمی ربط سے اس حدیث کا مدعا سمجھنے کے بجائے اسے عام ٹھہرا کر ہر مرتد کی سزا موت قرار دی اور اس طرح اسلام کے حدود و تعزیرات میں ایک ایسی سزا کا اضافہ کر دیا جس کا وجود ہی اسلامی شریعت میں ثابت نہیں ہے "[19]

غامدی صاحب حدیث میں موجود حکم کو حضور کے دور کیساتھ خاص قرار دے رہے ہیں حالانکہ حدیث بالکل تخصیص نہیں کر رہی، حدیث میں لفظ " مَنْ (جو) استعمال ہوا ہے، غامدی صاحب کی لغت میں شاید یہ' خاص' کے معنی میں اور صرف مشرکین کے لیے استعمال ہوتا ہو۔ لیکن ایک اور حدیث میں یہی لفظ آیا ہے " من غش فلیس منا" جس نے دھوکہ دیا، وہ ہم میں سے نہیں" کیا یہاں بھی وعید دھوکہ دینے والے سے حضور کے دور کا خاص فرد مراد ہے ؟[20]

نظریہ جرم زنا:

[21]غامدی صاحب ثبوتِ زنا کے لیے چار گواہ پیش کرنے کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”اسی طرح زنا کے جرم میں یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر حال میں چار گواہ ہی طلب کیے جائیں اور وہ اس بات کی شہادت دیں کہ انہوں نے ملزم اور ملزمہ کو عین حالت مباشرت میں دیکھا ہے، قرآن وحدیث کی رو سے یہ شرط صرف اس صورت میں ضروری ہے جبکہ مقدمہ الزام ہی کی بنا پر قائم ہوا ہو اور الزام ان پاک دامن شُرفاء پر لگایا جائے جن کی حیثیت عرفی ہر لحاظ سے مسلم ہو اور جن کے بارے میں کوئی شخص اس بات کا تصور بھی نہ کر سکتا ہو کہ وہ کبھی اس جرم کا ارتکاب کر سکتے ہیں۔ [22]

ناقدین اور مؤیدین کا نظریہ:

غامدی صاحب نے جرم زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کے مہیا کرنے کو غیر ضروری قرار دیا ہے، گویا ان کے نزدیک جرم زنا بھی عام جرائم کی طرح ہے جس میں دو گواہ کافی ہیں، یہی غامدی کا ذہنی نظریہ ہے، لیکن قرآن پاک میں چار گواہوں کی تصریح موجود ہے، اس لیے غامدی صاحب اس سے راہِ فرار اختیار کرنے کے لیے عجیب منطق بنا کر کئی صورتیں پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چار گواہ اس وقت ضروری ہیں جبکہ مقدمہ الزام کی صورت میں ہو، یعنی جب الزام کی صورت نہ ہو تو پھر زنا کے جرم کے ثابت کرنے کے لیے دو گواہ کافی ہیں۔ نیز یہ الزام شرفاء اور پاکدامن لوگوں پر لگا ہو، اگر قحبہ خانہ کی فاحشہ عورت ہو یا پاک دامن لوگ نہ ہوں تو پھر بھی چار گواہوں کی ضرورت نہیں ہے۔ غامدی صاحب نے اپنی کتاب ”برھان“ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی شریف آدمی سے زنا کی لغزش ہو جائے تو اسلام یہی چاہتا ہے کہ اس پر پردہ ڈالا جائے اور معاشرہ میں اس کو رسوا نہ کیا جائے۔ مطلب یہ ہوا کہ دو گواہوں کا قصہ بھی ختم ہو گیا۔ کئی فرضی صورتوں کے بعد غامدی صاحب ”برھان ص ۷۲“ میں بطور خلاصہ یوں لکھتے ہیں:[23]

”ان دو مستثنیات کے سوا اسلامی شریعت ثبوتِ جرم کے لیے عدالت کو ہرگز کسی خاص طریقے کا پابند نہیں کرتی، لہٰذا حدود کے جرائم ہوں یا ان کے علاوہ کسی جرم کی شہادت ہو، ہمارے نزدیک یہ قاضی کی صواب دید پر ہے کہ وہ کس کی

گواہی قبول کرتا ہے اور کس کی گواہی قبول نہیں کرتا ہے، اس میں عورت اور مرد کی تخصیص نہیں ہے۔" اس عبارت کے بعد غامدی صاحب نے "برھان" میں وہی لمبی عبارت لکھ دی ہے جو اس سے پہلے منشور کی دفعہ : ۵ کے ضمن میں ہم نے نقل کر دی ہے، یہاں "برھان" میں غامدی صاحب نے یہ نئے گل کھلائے کہ یہی معاملہ غیر مسلموں کی گواہی کا بھی ہے، یعنی معاملہ قاضی کی صواب دید پر ہے، حد زنا میں وہ چاہے مرد کی گواہی قبول کرے، چاہے عورت کی گواہی قبول کرے، چاہے کافر کی گواہی قبول کرے۔ جناب غامدی صاحب نے گواہوں کی صورتوں کو اتنا الجھا دیا ہے کہ آدمی سمجھنے سے قاصر ہے، اس میں اتنے اگر چہ مگر چہ اور ایں چنیں آں چناں اور اتنے چوں وچرا سے کام لیا گیا ہے کہ دماغ گھوم جاتا ہے، اس کی مثال ایک منطقی کے قصہ کی طرح ہے، قصہ کچھ یوں ہے: "ایک منطقی امام مسجد ایک گاوں میں رہتا تھا، بے چارہ فقہ کے مسائل سے ناواقف تھا، گاوں میں ایک کنواں تھا، اس میں ایک دفعہ ایک چوہا گر کر مر گیا، گاوں کے لوگوں نے ان سے مسئلہ پوچھا کہ مولوی صاحب ! بتایئے کہ کنویں میں چوہا گرا ہے، کنویں سے کتنے ڈول پانی نکالیں؟ بے چارے نے فقہ پڑھی نہیں تھی، منطق کا ماہر تھا، تو کہنے لگا چوہے کے گرنے کی کئی صورتیں ہیں: یہ چوہا چل کر کنویں میں گرا ہو گا یا دوڑتا ہوا گرا ہو گا۔ پھر یا تو خود دوڑ کر آیا ہو گا، یا کسی نے بھگایا ہو گا۔ پھر یا تو ڈر کی حالت میں گرا ہو گا یا اطمینان سے گرا ہو گا۔ پھر گرنے کے وقت اس نے چھلانگ لگائی ہو گی یا بغیر چھلانگ کے گرا ہو گا۔ تم لوگ بتاوَ کہ گرنے کی کونسی صورت تھی؟ کیونکہ ہر صورت کے لیے الگ الگ مسئلہ ہے اور الگ الگ ڈول ہیں اور الگ الگ تعداد ہے۔ لوگوں نے کہا: ہم تو ان صورتوں کو نہیں جانتے کہ چوہا کس صورت میں گرا تھا۔ منطقی نے کہا: پھر جاو، میں بھی نہیں جانتا کہ کس صورت پر فتویٰ دوں، پہلے صورت متعین کرو، پھر فتویٰ لے لو۔" غامدی صاحب نے شریعت مقدسہ کے اجماعی مسائل میں اسی منطقی امام کی طرح صورتیں بنا بنا کر تشکیک پیدا کر دی اور پھر اپنے غلط راستے کی طرف راہ فرار اختیار کی، چنانچہ ہر جگہ وہ شقیں بنا بنا کر مخاطب کو الجھن میں ڈال دیتے ہیں۔ ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ شریعت ہے جو منقول راستے سے آئی ہے، اس میں غامدی صاحب کی عقلیت اور عقلی گھوڑے دوڑانے کی گنجائش نہیں ہے۔ غلط راستے پر چل پڑنے اور گمراہ ہو جانے اور صحیح راستے پر قائم رہنے کی بنیادی وجہ اور فرق یہ ہے کہ مثلاً: ایک صحیح عالم اور فقیہ جب احادیث اور روایات میں تضاد یا تعارض دیکھتا ہے تو وہ صحیح محمل پر اس کو حمل کرنے کی کوشش کرتا ہے، کبھی ترجیح دیتا ہے، کبھی توجیہ کرتا ہے، لیکن تمام روایات کا احترام رکھتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کلام ہے، انکار نہ ہو جائے۔ یہ سلف صالحین کا طریقہ رہا ہے اور ہدایت پر استقامت کا بہترین راستہ ہے۔ فقہاء کرام کا اختلاف اور مذاہب اربعہ کا وجود اسی وجہ سے ہے۔ اس کے بر عکس مثال کے طور پر ایک آزاد مشن محقق اسکالر، دانشور، پروفیسر اور تجدد پسند شخص کے سامنے جب اختلافات پر مبنی روایات آتی ہیں تو وہ فوراً فیصلہ کر دیتا ہے کہ یہ نبی ﷺ کا کلام نہیں ہو سکتا، کیونکہ نبی ﷺ کے کلام میں تو تعارض نہیں ہو سکتا، لہٰذا وہ ان روایات کو غلط کہہ کر راویانِ حدیث پر پورا نزلہ گرا دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ یہ ان غلط لوگوں کی غلط روایات ہیں، لہٰذا اس سے ماخوذ مسئلہ بھی غلط ہے۔ اس طرح وہ شخص سمجھتا ہے کہ میں نے تحقیق کر کے حدیث وسنت کی خدمت کی، لیکن حقیقت میں وہ گمراہی کے گہرے کھڈے میں جا گرتا ہے۔ غامدی صاحب اور ان کے استاد امین اصلاحی صاحب اور حمید الدین فراہی صاحب اور غامدی صاحب کے

شاگردوں کے ساتھ یہی کچھ ہوا ہے، پھر بدقسمتی سے یہ پروفیسر قسم کے لوگ غضب کے اصحاب قلم ہوتے ہیں، ان کے دل ودماغ میں دنگل مشتی اور میدان کی کشتی کا طبعی شوق ہوتا ہے، یہ ذہنی طور پر متکبر بھی ہوتے ہیں اور خود پنداری میں یہ دوسروں کو حقیر بھی سمجھتے ہیں، لہٰذا یہ پیچھے ہٹنے کے بجائے آگے ہی بڑھتے چلے جاتے ہیں، پھر اجماعِ امت کا انکار کرجاتے ہیں، شریعت کے مسلمات کو ٹھکراتے ہیں، فقہاء اور مجتہدین کو غلطی پر تصور کرتے ہیں، مفسرین اور مدارس کے علماء کو نابلد اور ناآشنائے علم گردانتے ہیں۔ آج کل یہی معاملہ غامدی صاحب کے ساتھ ہوگیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ اس اللہ کے بندے نے شریعت کے تمام احکام کو اپنی عقل نارسا پر تولنے کی کتنی بڑی کوشش کی، پھر اتنی غلطیاں کیں جن کا گننا دشوار ہے، تو کس کس بات کا جواب علماء دیں گے؟

اب جرمِ زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہوں پر امت کا اجماع ہے اور غامدی صاحب ااس میں شک ڈالنے کی کوشش میں زورِ قلم لگا کر صفحات کے صفحات سیاہ کیے جارہے ہیں۔ غامدی صاحب مسلسل یہی راگ الاپتے ہیں کہ اسلوبِ قرآن کا یہ تقاضا ہے، طرز کلام کا یہ تقاضا ہے، فلاں شاعر کا یہ شعر ہے، فلاں ادیب کا یہ ادب ہے اور عقل سلیم کا یہ فیصلہ ہے اور فطرت انسانی کا یہ تقاضا ہے، حمید الدین فراہی نے یہ کہا ہے اور امام امین احسن اصلاحی نے یہ مطلب بیان کیا ہے، رجم اور سنگساری کی سزا کے ساتھ ہمارے فقہاء نے یہ طرفہ معاملہ کیا ہے۔[24]

جاوید احمد غامدی آگے لکھتے ہیں کہ

> ”برسوں کے مطالعہ اور فکر وتدبر کے بعد ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اپنے موقف کی تائید میں انہوں نے (یعنی فقہاء نے) جتنے دلائل پیش کیے ہیں وہ سب منطقی مغالطوں پر مبنی اور بے حد کمزور ہیں، اسے پیش کرنے والے سلف وخلف کے اکابر ہی کیوں نہ ہوں طالب حق کو پوری قوت کے ساتھ اسے رد کردینا چاہیے، ہماری رائے میں بہتر یہی ہے کہ ان فقہاء کے بعض دوسرے ارشادات پر تنقید سے پہلے اس اصول کی غلطی واضح کردی جائے، کیونکہ اصل کی تردید کے بعد فروع خود بخود بے معنی ہوجائیں گی۔ [25]

سنگساری اور رجم کی سزا سے انکار سے متعلق غامدی صاحب لکھتے ہیں:

> ”تیسری بات ان روایات سے یہ سامنے آتی ہے کہ سنگساری جیسی شدید سزا کا قانون بیان کرنے کے لیے جو اُسلوب ان میں اختیار کیا گیا ہے، وہ نہایت مبہم اور بے حد غیر واضح ہے، پھر کچھ آگے لکھتا ہے: یہ ہے ان روایات کی حقیقت جن سے قرآن کے حکم میں تبدیلی کی جاتی ہے اور شادی شدہ زانی کے لیے رجم کا قانون اخذ کیا جاتا ہے۔ ان کے اس ابہام اور تناقض کو دیکھئے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ کسی انسان کے لیے سنگساری کی سزا تو بڑی بات ہے، اگر کسی مچھر کو ذبح کردینے کا قانون بھی اس طریقے سے بیان کیا جائے تو کوئی عاقل کیا اسے قبول کرسکتا ہے؟۔“[26]

غامدی صاحب برھان، صفحہ: ۷۳ پر لکھتے ہیں: ”علم واستدلال نہ کسی گروہ کی میراث ہے، نہ کسی دور کا خاصہ، اگلوں کو اگر ایک اصول بنانے کا حق تھا تو ہمیں دلائل کے ساتھ اس کے ابطال کا بھی حق ہے، تنقید سے بالاتر اگر کوئی چیز ہے تو وہ قرآن وسنت ہیں اور ان کی

تفسیر و تشریح کا حق ہر اس شخص کو حاصل ہے جو اپنے اندر اس کی اہلیت پیدا کرلے، جو لوگ ہم سے پہلے آئے وہ بھی انسان تھے اور ہم بھی انسان ہیں۔"[27]

غامدی صاحب کا یہی قلبی استخفاف اور فقہاء سے قلبی بغض جو انہوں نے اکابر امت کے بارے میں اختیار کیا ہے اور اپنے لیے نئے راستوں کو نکالا ہے، انہیں چیزوں نے ہمیں مجبور کیا اور ہمارے قلم میں شدت پیدا ہوگئی تو بقول غامدی صاحب میں بھی کہوں گا: چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی اوپر غامدی صاحب کی جو عبارات میں نے نقل کی ہیں، یہ غامدی صاحب کے دل کی آواز ہے، یہ ان کی کج راہی اور گمراہی کا ایک حصہ ہے، جس تک وہ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پہنچنا چاہتا ہے۔ ثبوتِ زنا کے لیے قرآن وحدیث سے چار گواہوں کا ثبوت جرمِ زنا کے ثبوت کے لیے قرآن مجید میں تین آیات ایسی ہیں جن میں چار گواہوں کے پیش کرنے کو ضروری قرار دیا گیا ہے،[28]

پہلی آیت سورۃ النساء کی آیت: ۱۵ ہے جو اس طرح ہے:

"وَاللّٰتِیْ یَأْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ أَرْبَعَۃً مِّنْکُمْ فَإِنْ شَهِدُوْا فَأَمْسِکُوْهُنَّ فِیْ الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْیَجْعَلَ اللّٰہُ لَهُنَّ سَبِیْلاً۔"[29]

"اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتوں میں سے تو گواہ لاؤ ان پر چار مرد اپنوں میں سے، پھر اگر وہ گواہی دیویں تو بند رکھو ان عورتوں کو گھروں میں، یہاں تک کہ اٹھالیوے ان کو موت یا مقرر کر دے اللہ ان کے لیے کوئی راستہ۔"

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

"ان آیات میں ایسے مردوں اور عورتوں کے بارے میں سزا تجویز کی گئی ہے جن سے فاحشہ یعنی زنا کا صدور ہو جائے۔ پہلی آیت میں فرمایا کہ جن عورتوں سے ایسی حرکت سرزد ہو جائے تو اس کے ثبوت کے لیے چار گواہ مرد طلب کیے جائیں، یعنی جن حکام کے پاس یہ معاملہ پیش کیا جائے ثبوتِ زنا کے لیے وہ چار گواہ طلب کریں، جو شہادت کی اہلیت رکھتے ہوں، اور گواہی بھی مردوں کی ضروری ہے، اس سلسلہ میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں۔ زنا کے گواہوں میں شریعت نے دو طرح سے سختی کی ہے، چونکہ یہ معاملہ بہت اہم ہے جس سے عزت اور عفت مجروح ہوتی ہے اور خاندانوں کے ننگ وعار کا مسئلہ سامنے آجاتا ہے، اولاً تو یہ شرط لگائی کہ مرد ہی گواہ ہوں، عورتوں کی گواہی کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ ثانیاً چار مردوں کا ہونا ضروری قرار دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ شرط بہت سخت ہے، جس کا وجود میں آنا شاذ ونادر ہی ہو سکتا ہے، یہ سختی اس لیے اختیار کی گئی کہ عورت کا شوہر یا اس کی والدہ یا بیوی، بہن ذاتی پرخاش کی وجہ سے خواہ مخواہ الزام نہ لگائیں، یا دوسرے بدخواہ لوگ دشمنی کی وجہ سے الزام اور تہمت لگانے کی جرأت نہ کر سکیں، کیونکہ اگر چار افراد سے کم لوگ زنا کی گواہی دیں تو ان کی گواہی نا معتبر ہے، ایسی صورت میں مدعی اور گواہ سب جھوٹے قرار دیئے جاتے ہیں، اور ایک مسلمان پر الزام لگانے کی وجہ سے ان پر "حد قذف" جاری کر دی جاتی ہے۔"[30]

جرمِ زنا کے ثبوت کے لیے قرآن مجید میں چار گواہوں کا حکم سورۂ نور کی آیت: ۱۳ میں بھی دیا گیا ہے، آیت اس طرح ہے:

"لَوْ لَا جَآئُ وْا عَلَیْهِ بِأَرْبَعَۃِ شُهَدَآئَ فَإِذْ لَمْ یَأْتُوْا بِالشُّهَدَآئِ فَأُولٰٓئِکَ عِنْدَ اللّٰہِ هُمُ الْکَاذِبُوْنَ۔"[31]

"کیوں نہ لائے وہ اس بات پر چار گواہ، پھر جب نہ لائے گواہ تو وہی لوگ اللہ کے ہاں جھوٹے ہیں۔"

علامہ شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یعنی اللہ کے حکم اور اس کی شریعت کے موافق وہ لوگ جھوٹے قرار دیئے گئے ہیں جو کسی پر بدکاری کی تہمت لگا کر چار گواہ پیش نہ کر سکیں اور بدون کافی ثبوت ایسی سنگین بات زبان سے بکتے پھریں۔"[32]

اس آیت کی تفسیر میں قاضی ثناءاللہ تفسیر مظہری میں اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

" علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ زنا کے ثبوت کے لیے چار مردوں کی شہادت ضروری ہے، عورتوں کی شہادت سے ثبوتِ زنا نہیں ہوتا اور چار مردوں سے کم کی شہادت بھی کافی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: " فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ" "عورتوں کے زنا پر اپنے میں سے (یعنی مسلمانوں میں سے) چار مردوں کی شہادت لو۔" دوسری آیت میں ہے: "لَوْ لَا جَآءُوْا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ" "انہوں نے اس بات پر چار مرد گواہ کیوں پیش نہیں کیے۔"[33]

قرآن مجید میں سورۂ نساء کی آیت: ۱۵، سورۂ نور کی آیت: ۴، ۶، ۸ اور ۱۳ میں صراحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جرم زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کے پیش کرنے کا حکم دیا ہے اور غامدی صاحب کہتے ہیں کہ زنا کے جرم میں یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر حال میں چار گواہ ہی طلب کیے جائیں، بہر حال ان پانچ آیتوں کی تفسیر میں مفسرین نے چار ہی گواہوں کی صراحت اور تفصیل بیان کی ہے۔ تفسیر مظہری، تفسیر معارف القرآن اور تفسیر عثمانی کی تصریحات کا مطلب یہ ہے کہ سارے مفسرین نے اسی طرح تفسیر فرمائی ہے، فقہائے کرام میں بھی کسی کا اختلاف نہیں، بلکہ چار گواہوں کی پیشی پر سب کا اتفاق ہے، صرف جاوید احمد غامدی نے کسی دلیل کے بغیر خواہ مخواہ قرآن وحدیث اور مفسرین وفقہاء کے خلاف راستہ اختیار کیا ہے۔ غامدی صاحب نے ان آیات میں مقدمۂ زنا کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے، ایک مقدمہ الزام اور دوسرا غیر الزام۔ میں غامدی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ مفسرین میں سے کسی نے الزام اور غیر الزام کی بات نہیں کہی ہے، قرآن وحدیث میں بھی اس کی طرف اشارہ نہیں ہے، پھر آپ کیوں مختلف صورتیں بناتے ہیں؟ اور اسلام کے اجماعی عقیدے کے خلاف اپنی کتاب "برھان" کے صفحہ: ۲۶ میں اس کے برعکس لکھتے ہیں، "برھان" کی عبارت بھی ایک ہی صفحہ میں آپس میں متضاد ہے، وہاں دیکھا جاسکتا ہے، اتنی محنت کر کے ایک غلط مقصد تک پہنچنے کی ضرورت کیا تھی، جمہور امت کے راستے پر چل پڑتے تو کیا آفت آتی؟ زنا پر احادیث سے چار گواہوں کا ثبوت ثبوتِ زنا کے لیے چار گواہوں کے مہیا کرنے کی واضح اور قطعی حدیث امام مسلم نے "کتاب اللعان" میں ذکر کی ہے۔[34]

، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"وعن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال سعد بن عبادةؓ: لو وجدت مع أهلی رجلاً لم أمسه حتى أٰتى بأربعة شهداء؟ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: نعم الخ ۔"

"حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ : حضرت سعد بن عبادہ نے (آنحضرت ﷺ سے) کہا کہ : اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ زنا کرتے ہوئے کسی شخص کو پالوں تو کیا میں اسے ہاتھ لگائے بغیر چار گواہوں کو ڈھونڈ کر لاؤں گا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہاں ! ۔"[35]

زنا کے اقرار کی صورت میں آنحضرت ﷺ نے چار گواہوں کے قائم قام چار دفعہ اقرار کو لازم قرار دیا، چنانچہ حضرت ماعز وغیرہ سے چار دفعہ اقرار کے بعد فیصلہ فرمایا، مشکوٰۃ کی "کتاب الحدود" میں سات واقعات مذکور ہیں جن میں ثبوتِ جرمِ زنا کے لیے چار گواہوں کا ثبوت ملتا ہے، پھر آنحضرت ﷺ نے اس پر رجم کا حکم نافذ کیا۔ غامدی صاحب بہت بڑا بد نصیب آدمی ہے جو رسول ﷺ کے فیصلوں کا انکار کرتا ہے اور احادیث کو رد کرتا ہے۔ دراصل قصہ یہ ہے کہ غامدی صاحب مطلق زنا کے بارے میں کوڑوں کی سزا پر زور دیتے ہیں اور رجم کا انکار کرتے ہیں، اس نے کئی کئی تحریفات کیں اور کئی احادیث کا انکار کیا اور اکابر امت کے رجم کے فیصلوں سے راہِ فرار اختیار کیا ہے۔ بخاری و مسلم کی صحیح احادیث کو غلط اور کمزور قرار دیا اور کہا کہ اس کی بنیاد پر تو ایک مچھر کو بھی ذبح نہیں کیا جاسکتا، سنگساری تو بڑی چیز ہے، چونکہ سنگساری کی سزا کے لیے چار گواہوں کی گواہی ضروری ہے،

تو غامدی صاحب اسلام سے چار گواہوں کی گواہی کو غائب کرنا چاہتا ہے، تاکہ نہ چار گواہ ہوں اور نہ رجم کی سزا ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ غامدی صاحب اسلام میں قتل اور فساد فی الارض کے سوا کسی چیز میں موت کی سزا کے قائل نہیں ہیں، اس لیے اس نے چار گواہوں کا انکار کیا، تاکہ اس کی وجہ سے رجم اور قتل کا ثبوت نہ ہو جائے اور ان کے مقرر کردہ مذکورہ مدّعا کے علاوہ کہیں سے موت کی سزا ثابت نہ ہو جائے، ان سے اگر پوچھا جائے کہ مرتکب زنا کی یہ قسمیں آپ نے کہاں سے نکالی ہیں کہ الزام شرفاء پر لگا ہو اور جن کی حیثیت عرفی ہر لحاظ سے مسلم ہو اور مقدمہ الزام کا ہو۔ خدا کا خوف کرو، امت کی شاہراہِ اعظم کو چھوڑ کر بھٹکے ہوئے پھرنے سے یہ بہتر ہے کہ ان کے ساتھ رہو یا خاموش رہو۔ موشگافیوں میں پڑ کر کج بحثی میں خیر نہیں ہے۔[36]

❖ غامدی صاحب اپنی کتاب میزان میں ایک اصول بیان کرتے ہیں جسکی وہ یہاں خلاف ورزی بھی کرگئے ہیں۔ فرماتے ہیں "کسی حدیث کا مدعا متعین کرتے وقت اس باب کی تمام روایات پیش نظر رکھی جائیں، بارہا ایسا ہوتا ہے کہ آدمی حدیث کا ایک مفہوم سمجھتا ہے لیکن اسی باب کی تمام روایتوں کا مطالعہ کیا جائے تو وہ مفہوم بالکل دوسری صورت میں نمایاں ہوتا ہے۔[37]

انکے اسی اصول کو دیکھتے ہوئے ہم انکے سامنے دوسری صحیح حدیث پیش کرتے ہیں۔

" حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، ماسوا تین صورتوں کے: ایک یہ کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو، دوسری یہ کہ وہ شادی شدہ زانی ہو اور تیسری یہ کہ وہ اپنا دین چھوڑ کر (مسلمانوں کی) جماعت سے الگ ہو جائے۔"

یہ حدیث نا صرف انکے اس مرتد کی سزا بلکہ رجم کی سزا کے متعلق موقف کو بھی غلط ثابت کر رہی ہے۔ مذاہب اربعہ پر لکھی گئی مستند کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں لکھا ہے کہ :واتفق الائمته الاربعه رحمهم الله على ان من ثبت ارتداده عن الاسلام

والعياذ بالله وجب قتله وهدر دمه "ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص اسلام سے پھر جائے۔اللہ اس سے بچائے۔اس کا قتل واجب ہے اور اس کا خون رائیگا ہے۔"[38]

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ڈاکٹر وھبہ الزحیلی نے احکام المرتد میں فقہاء اربعہ کا فتوی دلیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔لکھتے ہے:

" اتفق العلما على وجوب قتل المرتد لقوله عليه السلام:من بدل دينه فقتلوه وقوله عليه السلام:لا يحل دم امرئ مسلم الا يا حدى ثلاث:الثيب الزانى والنفس بالنفس والتارک لدينه المفارق للجماعته واجمع اهل العلم على وجوب قتل المرتد"[39]

علما نے مرتد کے قتل پر اتفاق کیا ہے اور دو حدیثوں کی وجہ سے مرتد کے قتل پر اہل علم نے اجماع کیا ہے۔قرآن کریم و حدیث طیبہ کی تصریحات کے بعد اور فقہا کے اجماع فتاوی کے بعد آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ جاوید احمد غامدی پر یہ فیصلے کیسے مخفی رہے ہیں۔بس یہ بات سمجھ آتی ہے کہ جاوید احمد غامدی نے گمراہی کا راستہ کسی غلط فہمی سے نہیں بلکہ دیدہ و دانستہ اختیار کیا ہے۔[40]

- غامدی صاحب، جمہور فقہا کے مسلک کے مطابق، اس کے قائل ہیں کہ مرنے والے کو ان وارثوں میں سے کسی کے حق میں وصیت کرنے کا حق نہیں جن کے حصے خود قرآن نے متعین کر دیے ہیں۔اس ضمن میں وہ فقہا کے اس استدلال سے بھی اتفاق کرتے ہیں کہ والدین واقربین کے لیے وصیت کرنے کی جو ہدایت سورۂ بقرہ میں دی گئی تھی، سورۂ نساء میں میراث کا قانون نازل ہو جانے کے بعد وہ منسوخ ہو چکی ہے اور میزان میں لکھتے ہیں۔

"اب کسی مرنے والے کو رشتہ داری کی بنیاد پر اللہ کے ٹھرائے ہوئے وارثوں کے حق میں وصیت کا اختیار باقی نہیں رہا"

گو یا وہ اصولیین کے اس گروہ کی تائید کرتے ہیں جس کے نزدیک ورثا کے لیے حق وصیت کا اصل ناسخ قانون میراث ہے، جب کہ 'لا وصیۃ لوارث' کی حدیث محض اس کا بیان ہے۔

البتہ غامدی صاحب کا موقف اس پہلو سے جمہور سے مختلف ہے کہ وہ وصیت کی اس ممانعت کو اس صورت میں قابل اطلاق نہیں سمجھتے جب رشتہ داری کے عمومی تعلق سے ہٹ کر وارثوں کی کسی خاص ضرورت کے پیش نظر ان کی کسی خدمت کے صلے میں مرنے والا ان کو اپنے ترکے میں سے کچھ دینا چاہے۔[41]

References

[1]۔ جاوید احمد غامدی، مقامات، 20-21

Javed Ahmad Ghamdi, Muqamaat, P:20-21.

[2]۔ جاوید احمد غامدی، پس منظر اور پیش منظر، مولانا ابولبابہ شاہ منصوری مجلہ صفدر، جون 2015ء، شمارہ، 52، ج اول فتنہ غامدی، جامعہ حنفیہ دار الامین لاہور ص125

Javed Ahmad Ghamdi, Pas Manzar awr Paish-e-Manzar, Mulana Abu Lubaba Shah Mansori Majalla Safdar,June 2015,Edition:52,Vol:1,Fitna Ghamdi, Jaima Hanfia Dar-ul-Ameen, Lahore,P:125.

[3]۔ نفس مصدر، ص127

Ibid, P:127.

[4]۔ نفس مصدر، ص129

Ibid, P:129.

[5]۔ غامدی مذہب کیا ہے؟ پروفیسر مولانا محمد رفیق، مکتبہ قرانیات، لاہور، 2007ء۔

Ghamdi Mazhab Kiya Hai? Professor Mulana Muhammad Rafeeq, Maktaba Quraniyaat, Lahore,2007.

[6]۔ حافظ صلاح الدین یوسف، فتنہ غامدیت، دار ابی الطیب النشر والتوزیع المکتبہ رحمانیہ، ط اول جولائی 2015ء، ص22-17

Hafiz Salahuddin Yousuf, Fitna Ghamidiat, Dar Abi Al-tayib Al-nosar wa Al-tozee Al-maktaba Rahmania, Ed:1,July 2015,P:17-22.

[7]- حافظ محمد زبیر/حافظ طاہر اسلام عسکری، فکری غامدی ایک تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ، لاہور، خدام القرآن ط۔ اول، 2007ء، ص33

Hafiz Muhammad Zubair/ Hafiz Tahir Islam Askari, Fikr-I-Ghamdi ek Tehqeeqi wa Tazziyati Mutala, Lahore, Khuddam Al-Qur’an, Ed:1, 2007,P:33.

[8]۔ الشوریٰ:51

Al-Shura:51.

[9]- حافظ محمد زبیر/حافظ طاہر اسلام عسکری، فکری غامدی ایک تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ، ص33

Hafiz Muhammad Zubair/ Hafiz Tahir Islam Askari, Fikr-I-Ghamdi ek Tehqeeqi wa Tazziyati Mutala,P:33.

[10]۔ النحل:123

Al-Nahal:123.

[11]۔ حافظ محمد زبیر/حافظ طاہر اسلام عسکری، فکری غامدی ایک تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ، ص33

Hafiz Muhammad Zubair/ Hafiz Tahir Islam Askari, Fikr-I-Ghamdi ek Tehqeeqi wa Tazziyati Mutala,P:33.

[12]۔ المائدہ:27

Al-Maida:27.

[13]- حافظ محمد زبیر/حافظ طاہر اسلام عسکری، فکری غامدی ایک تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ، ص33

Hafiz Muhammad Zubair/ Hafiz Tahir Islam Askari, Fikr-I-Ghamdi ek Tehqeeqi wa Tazziyati Mutala,P:33.

[14]۔ العمران:83

Al-Imran:83.

[15]-حافظ محمد زبیر/حافظ طاہر اسلام عسکری، فکری غامدی ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ، ص33

Hafiz Muhammad Zubair/ Hafiz Tahir Islam Askari, Fikr-I-Ghamdi ek Tehqeeqi wa Tazziyati Mutala,P:33.

[16]-ال عمران:83

[17]-حافظ محمد زبیر/حافظ طاہر اسلام عسکری، فکری غامدی ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ، ص44-33

Hafiz Muhammad Zubair/ Hafiz Tahir Islam Askari, Fikr-I-Ghamdi ek Tehqeeqi wa Tazziyati Mutala,P:33-44.

[18]-جاوید احمد غامدی کا منشور۔ مولانا فضل محمد یوسفزئی۔ مکتبہ ایمان ویقین بنوری ٹاون کراچی۔ ص26

Mulana Fazal Muhammad Yousuf Zai, Javed Ahmad Ghamdi ka Manshoor, Maktaba Eman wa yaqeen benori Town Karachi,P:26.

[19]-برھان: صفحہ138

Burhan,P:138.

[20]-پروفیسر محمد رفیق چودھری، فتنہ غامدیت کا علمی محاسبہ، ص52

Muhammad Rafeeq Chodhri (Prof), Fitna Ghamdiat ka Ilmi Muhasiba,P: 52.

[22]- منشور جاوید، جعفر سبحانی، اسلامی اکیڈمی لاہور، ج1، ص:۱۸

Jafar Subhani, Manshoor-e-Ghamdi, Islami Academy Lahore, Vol:1,P:18.

[23]-مولانا فضل محمد یوسفزئی۔ جاوید احمد غامدی سیاق وسباق کے آئینہ میں۔ قسط15۔ ماہنامہ بینات۔ جلد، 79، شمارہ4، 4فروری 2016

Mulana Fazal Yousuf Zai, Javed Ahmad Ghamdi Seyaq wa Sabaq ky Aaieny main, Episode:15, Mahnama benaat,Vol:79,Ed:4, February 4th,2016.

[24]- نفس مصدر۔

Ibid.

[25]-جاوید احمد غامدی، برھان، ص37

Javed Ahmad Ghamdi, Burhan, P:37.

[26]- نفس مصدر، ص:62،63

Ibid, P:62,63.

[27]- نفس مصدر، ص:37

Ibid,P:37.

[28]-جاوید احمد غامدی سیاق وسباق کے آئینہ میں۔ مولانا فضل محمد یوسفزئی۔ ماہنامہ بینات۔ جلد، 79، شمارہ4۔

Mulana Fazal Yousuf Zai, Javed Ahmad Ghamdi Seyaq wa Sabaq ky Aaieny main, Mahnama benaat, Vol:79, Ed:4,

[29]-سورۃ النساء:15

Surh Al-nisa:15.

[30]- مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، دارالاشاعت کراچی، ج5، ص266

Mufti Muhammad Shafi, Ma'arif-ul-Qur'an, Dar-ul-Ashaat Karachi, Vol:5,P:266.

[31]- سورۃ نور:13

Surh Noor:13

[32]- علامہ شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، مکتبہ رحمانیہ لاہور, ص:468

Shabbir Ahmad Usmani, Tafseer Usmani, Maktaba Rahmania, Lahore, P:468.

[33]- قاضی ثناءاللہ، تفسیر مظہری، ج:۸، ص:۲۴۹-۲۵۰

Qazi Sanaullah, Tafseer Mazhari, Vol:8, P:249-250.

[34]- مولانا فضل محمد یوسفزئی۔ جاوید احمد غامدی سیاق وسباق کے آئینہ میں۔ قسط 15۔ ماہنامہ بینات۔ جلد، 79، شمارہ 4،.

Mulana Fazal Yousuf Zai, Javed Ahmad Ghamdi Seyaq wa Sabaq ky Aaieny main, Mahnama benaat, Vol:79, Ed:4,

[35]- مشکوٰۃ المصابیح، محمد عبداللہ خطیب تبریزی، ج 1، ص:۲۸۶

Muhammad Abdullah Khatib Tibrayzi,Mishqat-ul-Masabeeh,Vol:1,P:286.

[36]- مولانا فضل محمد یوسفزئی۔ جاوید احمد غامدی سیاق وسباق کے آئینہ میں۔ قسط 15۔ ماہنامہ بینات۔ جلد، 79، شمارہ 4.

Mulana Fazal Yousuf Zai, Javed Ahmad Ghamdi Seyaq wa Sabaq ky Aaieny main, Mahnama benaat, Vol:79, Ed:4,

[37]- جاوید احمد غامدی، میزان، ص 73

Javed Ahmad Ghamdi, Meezan,P:73.

[38]- الفقہ علی المذاہب الاربعہ۔ ج، 5۔ ص، 423

Al-Fiqh ala Al-mazahib Al-arba,Vol:5,P:423.

[39]- ڈاکٹر وھب الزحیلی۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ۔ ج، 6۔ ص، 186

Dr. Wahab Al-Zuhaili,Al-fiqh Al-Islami wa Adillah,Vol:6,P:186.

[40]- مولانا فضل محمد یوسفزئی۔ جاوید احمد غامدی سیاق وسباق کے آئینہ میں۔ ماہنامہ بینات۔ جلد 79، شمارہ 3، جنوری 2016

Mulana Fazal Yousuf Zai, Javed Ahmad Ghamdi Seyaq wa Sabaq ky Aaieny main, Mahnama benaat, Vol:79, Ed:3,January 2016.

[41]- محمد رفیق چودھری (پروفیسر)، فتنہ غامدیت کا علمی محاسبہ، ص 43

Muhammad Rafeeq Chodhri(Prof), Fitna Ghamdiat ka Ilmi Muhasba,P: 43.